رشید الدین صاحب

مولانا محمد علی جوہر کا دینی جذبہ

ابھی چند روز ہوئے مولانا محمد علی کے ایک ساتھی اور اپنے بزرگ کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ مولانا کا ذکر چھڑ گیا، فرمانے لگے: "میرا خیال ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ مولانا محمد علی کو خداوند تعالیٰ کے یہاں بے پناہ انعامات ملے ہوں گے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شاید ایک لاکھ میں ایک باپ بھی اپنی بیٹی کے لئے اس طرح نہ سوچ سکے جس طرح مولانا نے اپنی لاڈلی بیٹی آمنہ بیگم کی شدید علالت پر جیل خانے میں بیٹھ کر سوچا ہے، فرماتے ہیں:

"تیری صحت ہمیں منظور ہے۔ لیکن اس کو نہیں منظور تو پھر
ہم کو بھی منظور نہیں۔"

اور یہ واقعہ بھی ہے، کہ راضی بہ رضا ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اور جو میرے مولا کا فیصلہ ہے۔ وہ خوشی سے میرا فیصلہ، یہ مقام تو معدود ہے۔ چند لوگوں کو ہی ملتا ہے۔

قوم کا سب سے اہم مسئلہ یعنی بچوں کی تعلیم پر بھی مولانا محمد علی ایک جچی تلی رائے رکھتے تھے جس میں دین کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

جامعہ ملیہ کی تعلیمی اسکیم مرتب کرتے ہوئے بچوں کی تعلیم سے متعلق تحریر فرماتے ہیں: بچوں کے دل میں یہ بخوبی راسخ کر دیا جائے کہ مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات، عقائد اسلامی کی صداقت احکام اسلام کی سودمندی اور ان پر سختی کے ساتھ عمل کرنے پر مبنی تھی اور ہم اگر پھر اپنی گمشدہ عظمت کا اعادہ کرنا چاہتے تو اس کا صرف یہی طریقہ ہے کہ عقائد اور احکام اسلامی پر کاربند ہو جائیں اور رسول مقبولؐ اور خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلیں۔

نوجوانوں کی تعلیم کے متعلق فرماتے ہیں:۔

ہمارا مطمع نظر ہمیشہ یہ رہا کہ ہم اپنی درس گاہوں سے ایسے نوجوان پیدا کریں جو نہ صرف زمانے

کے معیار کے مطابق تعلیم و تربیت یافتہ شمار کئے جانے کے مستحق ہوں بلکہ سچے معنوں میں مسلمان بھی ہوں۔

مندرجہ بالا باتیں محض تحریر کی حد تک نہ رہیں۔ بلکہ جامعہ اسلامیہ (جامعہ ملیہ) جب قائم ہوا اور مولانا مولانا محمد علی اس کے پہلے شیخ الجامعہ (پرنسپل) بنائے گئے تو مولانا صبح ۸ بجے سے ۱۲ بجے۔ بعد ظہر سے عصر تک اور نماز کے بعد مغرب تک بڑی کلاسوں کو لکچر دیتے تھے جنہیں اسلام کی بیش بہا معلومات کا ایک خزانہ کہا جائے تو مناسب ہوگا۔

لکچروں میں علامہ اقبال کی مثنویاں، اسرار خودی اور رموز بے خودی کے اشعار بار بار زبان پر آتے ہیں۔ ایک ایک شعر کی تفسیر میں بعض دفعہ گھنٹوں صرف کر دیتے خود بھی روتے اور کلاس کے نوجوان لڑکوں کے چہرے بھی آنسوؤں سے تر ہو جاتے۔ اکثر اس کی سند میں قرآن مجید کی آیتیں پڑھتے اور احادیث نقل کرتے اس طرح لڑکوں میں قرآن مجید و احادیث کے مطالعہ کا اچھا خاصا ذوق پیدا ہو گیا۔

ایک مرتبہ مشہور مفسر قرآن مولانا حمید الدینؒ فراہی کو مدعو کیا۔ اور سورۂ فاتحہ پر سات لکچر کرائے اور لوگوں نے اس کے نوٹ اور خلاصے اس طرح محفوظ رکھے جیسے انمول موتی پا لئے ہوں۔

مولانا نے تاریخ اسلام پر لکچروں کے ایک سلسلہ کا بھی انتظام کیا۔ یہ لکچرر دار المصنفین اعظم گڑھ کے ایک رفیق مولوی سعید انصاری صاحب نے آکر دئے۔

گول میز کانفرنس لندن کی مشہور اور تاریخی تقریر میں مولانا محمد علی نے جو مذہب کی تعریف بیان کی ہے۔ اور جس انداز میں کی ہے، وہ آج بھی ایمان تازہ کر دیتی ہے، فرماتے ہیں:

"مذہب صرف عقیدے اور رسم کا نام نہیں ہے۔ میرے نزدیک مذہب کی زندگی کے حقائق کا ترجمان ہے۔ مجھے اسلام کے صدقے میں تہذیب، معاشرتی نظام اور زندگی کا امید افزا مستقبل حاصل ہے۔ اسلام ان تمام باتوں کا مکمل مجموعہ ہے۔ جہاں خدا کے حکم کا سوال ہو وہاں میں پہلے مسلمان ہوں اور آخر تک مسلمان رہوں گا۔ اگر آپ مجھے اسلام کی تہذیب معاشرتی نظام اور اخلاقیات کے بغیر اپنی سلطنت یا قوم میں داخل ہونے کے لئے کہیں تو میں کبھی داخل نہیں ہوں گا۔ میرا پہلا فرض ہے کہ میں اپنے خالق کا حکم مانوں نہ کہ ہز مجسٹی ملک معظم کا یا اپنے دوست ڈاکٹر مونجے کا۔

محمد علی صرف گفتار ہی کے غازی نہ تھے۔ وہ مجسم عمل بھی تھے۔ طالب علمی کے زمانے میں بھی صوم و صلوٰۃ کے سختی سے پابند رہے۔ انگلستان میں سوٹ بوٹ اور ہیٹ میں وہ بڑے مستعد

(ALERT) رہتے۔ لیکن مذہبی معاملات میں کبھی لچک نہ آنے دی۔ ولایت میں انہوں نے کبھی رمضان کے روزے قضا نہیں کئے۔

۱۹۲۸ء میں جب محمد علی بغرض علاج یورپ گئے تو چند روز کے لئے انگلینڈ بھی چلے گئے۔ وہاں ایک مرتبہ وزیٹرس گیلری میں بیٹھے ہوئے پارلیمنٹ کی کارروائی دیکھ رہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا اسی وقت یہ اللہ کا بندہ اٹھا، گیلری کے ایک گوشہ میں اپنی عبا بچھائی اور ماسوا اللہ سے بے نیاز ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لوگوں نے اس واقعہ کو بہت تعجب سے دیکھا اور اخبارات نے اسے بطور خبر کے شائع کیا۔

کراچی جیل میں داخلہ اور وہاں کا مختصر حال خود ان کی ذاتی ڈائری کے متفرق اوراق کی زبانی سنئے:

"سات بجے جیل میں داخل ہوا۔ رب ادخلني مدخل صدق واخرجني مخرج صدق واجعل لي من لدنك سلطانا نصيرا پڑھ کر داخل ہوا۔

بستر وغیرہ جیل کا ہے۔ آتے ہی دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔"

دوسرے ورق پر "نیند آرہی تھی مگر عشاء کے خیال سے نہ سویا۔ عشاء سے فارغ ہو کر لیٹا۔ رات بھر پہرہ والے چلاتے رہے۔ آنکھ کھل جاتی تھی۔"

تیسرے ورق پر "عشاء سے فارغ ہو کر سو گیا۔ پونے ۴ بجے اٹھا، تہجد کی توفیق ہوئی۔"

اخبار ہمدرد کے نشاۃ ثانیہ کے موقع پر مولانا محمد علی نے جو دعا مانگی وہ پوری کی پوری جذبہ دینی و خشیت باللہ کا ایک نمونہ ہے۔ اس دعا کے آخری چند جملے درج ذیل ہیں، جن پر میں یہ مقالہ بھی ختم کر رہا ہوں:

مولانا محمد علی دعا مانگ رہے ہیں:

"خداوندا میرے دل کو خوف ماسوا سے پاک کر دے اور صرف اپنے خوف و خشیت کے لئے اس کو چن لے تاکہ کوئی طاقت اور شاہانہ غرور و تمکنت کی خوفناک نمائش بھی میرے قدموں کو جادۂ صداقت سے ڈگمگا نہ سکے۔ خدایا راہ خداوندی میں ایثار و قربانی کرنے کی ہمت و عزم اور صبر و استقامت عطا فرمائے اور وہ فدویت و جانفروشی کی روح جو حسینؓ ابن علیؓ کو اپنے اجداد ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اور محمدؐ سے ملی تھی اور کرب و بلا کے ریگ زار میں جس کے ظہور کی تو نے ان کو توفیق دی تھی، اسی عزم و استقلال اور اسی صبر و استقامت کی عاجزانہ درخواست میں بھی کرتا رہا ہوں۔"